انقلابی جماعت، سراپا محبت!

سیّد منور حسنؒ ○

ابتدا ہی میں یہ بات واضح رہنی چاہیے کہ 'انقلاب' معاشرتی زندگی کے چلن، اس کے رُخ اور حالات کے بدل دینے کا، موڑ دینے اور پلٹ دینے کا، بلکہ اُلٹ پلٹ کر دینے کا نام ہے۔

یہ کام جس بھرپور صلاحیت ، اہلیت اور قوتِ کار کا متقاضی ہے، اس کا متحمل کوئی فرد تنہا نہیں ہوسکتا۔ ویسے بھی کسی فردِ واحد کا لایا ہوا 'انقلاب'، اس کے مزاج کی چھاپ لے کر اُبھرتا ہے، اس کی سوچ کا آئینہ دار ہوتا ہے۔ اس کے نقطۂ نظر اور فکر و خیال کا اسیر ہوتا ہے۔ ایسا انقلاب فرد سے شروع ہوکر، فرد ہی پر ختم ہوجاتا ہے۔

ہم جس 'انقلاب'، اسلامی انقلاب کے داعی ہیں، وہ نظریے کا اور عقیدے کا انقلاب ہے۔ اللہ سے لَو لگانے اور اسی کا ہو رہنے کا انقلاب ہے۔ یہ انقلاب فکر و نظر کا، سوچ و عمل کا اور رُوح و بدن کا انقلاب ہے۔ یہ انقلاب ایک منظم جماعت کا منتظر اور ایک مضبوط گروہ کا مرہونِ منت ہے۔

ایسی جماعت ـــــ جو ایمان کے بل پر اُٹھے، اصولوں پر تشکیل پائے، باہمی مشاورت سے چلے، رضائے الٰہی جس کا نصب العین قرار پائے، جدوجہد جس کے رگ و پے میں سرایت کیے ہو، قال اللہ اور قال رسول اللہ جس کی میزان ٹھیرے۔

ایسی جماعت ـــــ تربیت و تزکیہ جس کی گھٹی میں پڑا ہو، جذبۂ جہاد اور شوقِ شہادت جس کی منزل کا پتہ دیتے ہوں، جو معرکوں کی خُوگر اور غلبۂ حق جس کا مقدر ہو، جس کے روز و شب، 'تیز ترک گامزن، منزلِ ما دُور نیست' کا پیغام دیتے، اور ؎

○ سابق امیر جماعت اسلامی پاکستان (۲۰۰۹ء-۲۰۱۴ء) ۲۶ جون ۲۰۲۰ء کو انتقال ہوا۔

شب گریزاں ہوگی آخر جلوۂ خورشید سے یہ چمن معمور ہوگا نغمۂ توحید سے

کا مژدۂ جانفزا سناتے ہوں۔

لہٰذا، حقیقی 'انقلابی جماعت'، صرف 'اسلامی جماعت'، ہی ہوسکتی ہے۔

جو انسان کی فطری ضرورتوں اور طبعی تقاضوں کا لحاظ رکھ سکے۔ انسانی صلاحیتوں کی نشوونما کا اہتمام کرسکے، وصولی حق اور ادائیگیِ فرض میں توازن قائم کرسکے۔ایسی جماعت، جو معاشرے میں قائم اور رائج باطل اور اللہ کے باغی نظام سے اعلانِ برأت کرے، لگے بندھے طور طریقوں، رسوم و رواج کو تاراج کرے، جمے جمائے تمدن کے فرسودہ اور جاہلیت پر مبنی ڈھانچے کو نابود کرے۔

جو بندگانِ خدا کو بندگیٔ ربّ کی طرف بلائے، ربِّ حقیقی کا دست نگر اور اس کی حمد وثنا کا پیکر بنائے، جو اُخروی زندگی کو حیاتِ جاوداں ---اور حقیقی زندگی بنائے، اور یہ درس سمجھائے۔ جو اللہ کی کتاب سے انھیں جوڑتے ہوئے، سارے طلسم توڑ دے اور سنتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا تابع بنائے، جو اعلانِ بغاوت کرے۔سارے (جھوٹے) خداؤں سے رشتۂ ناتا توڑنے کی بات کرے، خدائے واحد کو ربّ مان لینے، اسی کا ہو رہنے---اور ---اپنا سب کچھ اسی کی راہ میں لٹا دینے کی جُوت جگائے:

اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ؕ (التوبہ ۹:۱۱۱)''حقیقت یہ ہے کہ اللہ نے مومنوں سے ان کے نفس اور ان کے مال جنّت کے بدلے خرید لیے ہیں'--- کا سبق دُہرائے۔

جو بیچ چوراہے کھڑے ہوکر، ڈنکے کی چوٹ، بلاخوفِ تردید، ہر ملامت کو انگیز کرتے ہوئے پکار دے کہ کُل کائنات میرے ربّ کی ہے اور میں اس کا خلیفہ ہوں۔ یہ تمدّن بھی میرا ہے، تاریخ کی تعبیر بھی میری ہے، اور سیاست کی بساط بھی میری ہے، حکومت اور عدل و انصاف کی حقیقی مظہر عدالت بھی میری ہے۔

یہ اللہ کے رنگ میں سب کو رنگ دینے کی جماعت، صبغۃ اللہ جسے کہیں۔

معاشرہ گیا گزرا ہوجاتا ہے، زنگ آلود، داغ دار ہوجاتا ہے، گراوٹ و انحطاط کا شکار ہوجاتا ہے، ذلّت ونکبت سے دوچار ہوجاتا ہے۔ پستیوں کی گہرائیوں میں گرتا اور ٹوٹ پھوٹ کا شکار

ہوجاتا ہے --- 'انقلابی جماعت' اخلاق اور اس کی قدروں کو دیوالیہ پن کی دلدل سے نکال کر، تکریم، تعظیم اور قبولیت کا آہنگ دیتی ہے۔ فکرونظر اور سوچ کی بلندیوں کو اوج ثریا پر پہنچاتی ہے۔ عجز وانکسار، عدل و احسان اور مروّت و ایثار کو عام کرتی ہے۔ فرد کو انفرادیت اور خود پسندی سے دست بردار ہونے، اجتماعیت کو اپنانے اور 'پیوستہ رہ شجر سے اُمید بہار رکھ' کے عنوانات سجانے کا درس دیتی ہے اور 'موج ہے دریا میں بیرونِ دریا کچھ نہیں' کا ذہنی سانچا فراہم کرتی ہے۔

معاشرے کو روگ لگ جاتے ہیں، جو گھن کی طرح اسے کھاتے ہیں۔ روگی معاشرے، بیمار، تہی دامن اور اندر سے کھوکھلے اور ویران معاشرے میں ایک 'انقلابی جماعت' اس معاشرے کے لیے 'کاروانِ دعوت و محبت' ہے۔ ایسی جماعت 'قافلۂ امن و اخوت' بھی ہے کہ جب لوگ نفرتوں میں ڈوبے ہوں، یہ ان کے لیے محبت کے گیت گاتی ہے۔ جب لوگ اندھیروں میں بھٹک رہے ہوں، یہ انھیں روشنیوں اور اُجالوں کی طرف لاتی ہے۔ جب لوگ غلاظت کو اپنا مسکن بنا چکے ہوں، یہ انھیں پاکیزگی اور صفائی کا شعور دلاتی ہے۔ جب لوگ باہم دست و گریباں ہورہے ہوں، نسلی، قبائلی، لسانی تنگنائیوں میں سمٹ اور سکڑ رہے ہوں، اور اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَاۗءً ''تم ایک دوسرے کے دشمن تھے''، وَكُنْتُمْ عَلٰي شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ...... ''اور تم آگ کے گڑھے کے کنارے کھڑے تھے'' کی تفسیر بن رہے ہوں، تو اس مایوس کن صورتِ حال میں ایک 'انقلابی جماعت' انھیں شیروشکر کرتی، باہم بغل گیر کراتی، اور بلندیوں کی طرف لے جاتی ہے۔ آفاقی بناتی، ہمتیں بڑھاتی، ولولے جگاتی اور ایمان کی خوشبو مہکاتی ہے اور 'ستاروں پہ جو ڈالتے ہیں کمند' ان میں شامل کراتی ہے، اور:

ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کے لیے
نیل کے ساحل سے لے کر تابخاکِ کاشغر

کا مژدۂ جانفزا بناتی ہے۔

جب لوگ سب کچھ بھول چکے ہوں، اور نَسُوا اللّٰهَ فَاَنْسٰىهُمْ اَنْفُسَهُمْ ۭ (الحشر ۵۹:۱۹) کا عنوان ہو چکے ہوں۔ 'انقلابی جماعت' کا فرض ہے کہ انھیں اللہ سے ڈرائے، اپنے ربّ کی طرف لوٹائے اور اتَّقُوا اللّٰهَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ [اللہ سے ڈرو، اور

ہر شخص یہ دیکھے کہ اُس نے کل کے لیے کیا سامان کیا ہے۔ اللہ سے ڈرتے رہو --- الحشر ۵۹:۱۸] کا درس یاد دلائے۔ انھیں ان کی شناخت بتائے، خود اپنے آپ ہی سے انھیں متعارف کرائے، ان کی حقیقت سے انھیں روشناس کرائے، گم کردہ راہ کو راہ دکھائے، مشعلِ راہ بن جائے اور اپنے پیر پر آپ کلہاڑی مارنے والوں کو خودکشی کے اس عمل سے نجات دلائے۔

ہم اس انقلاب کی اور ایسی انقلابی جماعت کی بات کرتے ہیں۔ اسی کو اپنی تمناؤں کا مرکز اور آرزوؤں کا محور سمجھتے ہیں۔ اسی کو رگ و پے میں سرایت کرتا دیکھتے ہیں اور ہر سانس میں اسی انقلاب کی آواز سنتے ہیں اور دل کی ہر دھڑکن سے اس کی گواہی دیتے ہیں، جس کے ''رہبر و رہنما، مصطفٰے مصطفٰے'' صلی اللہ علیہ وسلم قرار پاتے ہیں:

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ۝ وَّدَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِيْرًا ۝ (الاحزاب ۳۳:۴۵) اے نبیؐ! ہم نے تمھیں بھیجا ہے گواہ بنا کر، بشارت دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر، اللہ کی اجازت سے اس کی طرف دعوت دینے والا بنا کر اور روشن چراغ بنا کر۔

اور جس کے کارکن، مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ۭ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّاۗءُ عَلَي الْكُفَّارِ رُحَمَاۗءُ بَيْنَهُمْ (الفتح ۴۸:۲۹) [''محمد اللہ کے رسول ہیں، اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں وہ کفّار پر سخت اور آپس میں رحیم ہیں''] کے مصداق اپنے اصولوں پر کاربند، عقیدہ پر مر مٹنے والے، ایمان پر آنچ نہ آنے دینے والے، نظریہ کے سانچے میں ڈھلے، اللہ کے باغیوں کے لیے لوہے کے چنے اور رزمِ حق و باطل ہو تو فولاد بنے، اور باہم بڑے مربوط ہیں۔ ایک دوسرے کے لیے رحیم و شفیق ہیں۔ ایسے بلند ہمت لوگ ہی اُولوالعزم انسان ہیں۔ یہ استقامت و استقلال کے کوہِ گراں ہیں۔ یہ وہ طوفان ہیں، جو غرض مندی، خود غرضی اور مفاد پرستی سے بھری پڑی اس دنیا میں بے غرضی، بے لوثی اور ایثار پیشی کی سچی تصویر بنتے ہیں۔ جو یقین محکم، عمل پیہم کا درس دیتے، محبت کو فاتح عالم قرار دیتے ہیں، اور یوں جہادِ زندگانی میں مردوں کی ان شمشیروں کا سوز و ساز جگاتے ہیں۔

یوں تو مسلم معاشرے میں جیسی بھی اس کی تاریخ ہے، جہاں تک ہماری نگاہ جاتی ہے، ماضی کے جھروکوں میں ہمیں ایسے افراد ہمیشہ ملتے رہے ہیں۔ نیک اور بلند آہنگ شخصیتیں ہر زمانے

میں موجود رہی ہیں۔ شاذ و نادر نہیں اور خال خال نہیں، بلکہ خوب خوب رہی ہیں۔ درس و تدریس کا عمل بھی جاری رہا اور وعظ و نصیحت بھی کیا جاتا رہا۔ پند و نصائح میں کوئی کمی کبھی نہ ہوئی۔ دعوت و تبلیغ کا فریضہ بھی انجام دیا جاتا رہا، لیکن پچھلی صدیوں کے ملّی انحطاط اور صدیوں کی غلامی نے، تقسیم در تقسیم کے مراحل اور ملّت کی خوابیدگی نے ایسی 'انقلابی جماعت' سے معاشرے کو خالی اور ملّت کو دُور رکھا۔ اسے اس نعمت سے بہرہ ور نہ ہونے دیا۔ اس بیج کو برگ و بار نہ لانے دیا اور یوں شجر سایہ دار سے پوری ملّت کو محروم رکھا۔ اسی کا نتیجہ ہے کہ مسلم دنیا میں بالعموم اور پاکستان میں بالخصوص، مغربی سامراجیوں سے آزادی کے بعد بھی غلامی کا شکنجہ مسلط ہے۔ ایمان کے باوجود اللہ کے علاوہ بہت سے خدا لوگوں نے بنا رکھے ہیں۔ بہت سے بُت اپنے سینوں کے اندر سجا رکھے ہیں۔ لہٰذا، انقلابی جماعت کا احیاء اور مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ ط وَالَّذِیْنَ مَعَہٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَھُمْ اس دور کی نشاتِ ثانیہ ہے، اور یہ ایمان کا تقاضا بھی ہے، یہ دین کا مطالبہ بھی ہے، اور مسلم معاشرہ اس کا طلب گار بھی ہے۔

چنانچہ جب جماعت انقلابی اور انقلاب آفریں ہوگی تو اس سے منسلک افراد بھی انقلاب صفت ہوں گے اور رُحَمَآءُ بَیْنَھُمْ کا مصداق نظر آئیں گے۔ ایسے لوگ بکھرے بکھرے منتشر منتشر سے نہیں بلکہ باہم مربوط ہوتے ہیں۔ یہ نفرتوں میں ڈوبے ہوئے نہیں، اخوت و محبت کے سفیر ہوتے ہیں۔ یہ خشک اور پھیکے سے نہیں، مؤدت اور مواسات کے اسیر ہوتے ہیں۔ یہ خود اپنی ذات اور اس کے مفادات میں گم نہیں، بلکہ ایثار اور قربانی کے حریص ہوتے ہیں۔ اخلاقِ کریمانہ ان کی شان، عفو و درگزر ان کی پہچان، گفتار میں، کردار میں اللہ کی بُرہان ہوتے ہیں۔

اس قافلے کا ہر کارکن انقلابی، ریشم کی طرح نرم، شہد کی طرح شیریں، ملیے تو گداز اور سنیے تو کانوں میں رَس گھلنے کا احساس سرایت کر جاتا ہے۔ یہ کٹے ہوئے نہیں، آپس میں جڑے ہوئے باہم مربوط ہوتے ہیں۔ یہ دُور دُور فاصلوں میں بٹے ہوئے نہیں بلکہ اپنائیت کے رشتے میں بندھے ہوئے، تسبیح کے دانوں کی طرح باہم پروئے ہوئے ہوتے ہیں۔ ان کے درمیان اگر فاصلے حائل ہوں، تب بھی ان کے دل ساتھ ساتھ دھڑکتے ہیں۔ یہ حالات کی سنگینی پر ایک ساتھ کڑھتے ہیں۔ یہ ہواؤں کا رُخ بدلنے کے لیے ایک ساتھ اُٹھتے ہیں۔ قدم بقدم جانوں کے نذرانے پیش کرتے ہیں۔ رُحَمَآءُ بَیْنَھُمْ اپنے ربّ سے کیے ہوئے عہد و پیمان کو سچ کر دکھاتے ہیں اور اسی کا

ہو رہنے کا درس دیتے ہوئے دارفانی سے کوچ کر جاتے ہیں اور اپنے ربّ سے ملاقات کے منتظر، یہ شیدائی اپنے ربّ سے جا ملتے ہیں۔ رُحَمَآءُ بَیْنَھُمْ کی شان، جسم واحد کی طرح یک جان، ایک دوسرے پہ مہربان، مونس اور بڑے غم خوار، دُکھ درد میں ایک دوسرے کے حصّہ دار۔

جس طرح انسانی جسم کے ایک حصّے کو تکلیف پہنچے تو دوسرا اس سے لاتعلقی اور بے اعتنائی نہیں برتتا اور نظرانداز نہیں کرتا۔ پیر میں کانٹا بھی چبھے تو آنکھ آنسو بہاتی ہے، حالانکہ آنکھ اور پیر کا فاصلہ تو دیکھیے، خود کانٹا جسم کے حصّے کے لیے باعثِ تکلیف ہوتا ہے۔ لیکن پورا جسم انکاری ہے کہ میں چلوں گا نہیں، اپنی جگہ سے ہلوں گا نہیں، منزل کی جانب بڑھوں گا نہیں، جب تک کانٹا نہ نکلے، یہاں سے اُٹھوں گا نہیں۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے، نہ اُس پر ظلم کرے نہ اس کو ظالم کے رحم وکرم پر چھوڑے [صحیح البخاری، کتاب المظالم والغصب، حدیث: ۲۳۳۰]۔ یوں بھی سچی بات تو یہ ہے کہ کون انسان کسی کو کچھ دے سکتا ہے؟ دینے والی ذات تو ایک ہی ہے۔ کون کسی کا دُکھ بانٹ سکتا ہے، کون کسی کا غم ہلکا کرسکتا ہے، لیکن بہرحال ہمدردی کے دو میٹھے بول بولنے سے بوجھ اُتر جاتا ہے۔ انسان ہلکا ہوجاتا ہے۔ غم کو اپنے آپ سے بہت دُور پاتا ہے اور دو میٹھے بول ہی ہوتے ہیں، جو خوشیوں کو دوبالا کردیتے ہیں۔ اکیلے اور تنہا کوئی بھی مسرت کا لطف نہیں اُٹھا پاتا ہے۔ اس لطف کو دوبالا کرنے کے لیے بھی انسان کو انسانوں کی ضرورت ہوتی ہے کہ کوئی ساتھ دے، خوشیاں بڑھائے اس میں اضافہ کرے۔

رُحَمَآءُ بَیْنَھُمْ کا یہ کیا ہی ایمان افروز واقعہ کہ جب جاں کنی کی حالت تھی۔ جنگ کے زخمی پڑے تھے تو ان میں سے ایک نے پانی کے لیے پکارا۔ مشکیزہ لیے جب پکار کو سننے والا اس جانب بڑھا اور پہنچا اور پانی اس کے آگے کیا تو قریب سے ایک اور نے آواز دی، وہ آواز بھی پانی کے لیے تھی۔ یہ زخمی بھی سسک رہا تھا۔ اس نے کہا: نہیں پہلے اس کو پانی پلاؤ، تو جب اس کے پاس پہنچے اور ابھی مشکیزہ آگے کیا ہی تھا کہ تیسرے کی آواز آئی کہ پانی۔ اور اس نے کہا کہ اس کو جاکر پلاؤ۔ جب وہاں پر پہنچے تو وہ دم توڑ چکا تھا۔ جب واپس دوسرے کے پاس آئے تو وہ اپنے ربّ کے پاس جاچکا تھا، اور جب واپس پہلے کے پاس پہنچے تو وہ بھی رُحَمَآءُ بَیْنَھُمْ کا درس دے چکا تھا اور رخصت

ہوتے ہوئے یہ پیغام دے گیا تھا کہ انقلابی جماعت کی یہی پہچان ہے کہ سب دوسرے کے لیے جیتے ہیں، محض اپنے لیے نہیں جیتے۔ کسی جماعت کو انقلابی اور جان دار بنانے کے لیے یہی کردار درکار ہے۔

بھلا سوچیے کہ اگر یہاں آپس کی بدگمانیاں ہوں، کھچاؤ اور تناؤ ہو، بس ایک ظاہری سا رکھ رکھاؤ ہو، تو اس عالم میں کیا وہاں کوئی انقلابی جماعت ہوسکتی ہے، انقلابی کارکن وجود رکھ سکتا ہے؟ ہرگز نہیں، وہاں انقلابی کارکن کیسے مل سکتا ہے؟ انقلاب کا سماں ممکن ہی نہیں ہے۔ وہاں ربّ کی رضا اور جنّت کا حصول ناممکنات میں سے ہے۔

رُحَمَآءُ بَيۡنَهُمۡ میں بڑی وسعت ہے۔ عام مسلمانوں سے وابستگی کی بات ہے۔ ان کو جاننے، سمجھنے اور اپنانے کی بات ہے کہ ان سے قربت اختیار کی جائے۔ جب ہم نمازیں لوگوں کے ساتھ پڑھتے ہیں، چاہے وہ دیوبندی ہوں، چاہے بریلوی ہوں، یا چاہے اہل حدیث ہوں۔ جب حج ہم ان کے ساتھ کرتے ہیں خواہ عربی ہو یا عجمی ہو یا ترک و تاتاری ہو۔ ان سب سے مل کر یہ فریضہ ادا کرتے ہیں۔ اس لیے جزوی اختلاف کے باوجود مجموعی اتفاق ہی انقلاب اور انقلابی عمل کی راہیں روشن کرسکتا ہے۔ اگر انقلاب آئے گا تو ایسے ہی کشادہ دل کارکنوں کے ذریعے آئے گا۔

معاشرے میں بہت سی جماعتیں ہیں، بہت سے گروہ ہیں۔ خالص دینی بھی ہیں، ملی جلی بھی ہیں۔ وہ بھی ہیں جو برسرِ زمین کم اور زیرِ زمین زیادہ ہیں۔ سبھی بساط بھر کام کر رہی ہیں۔ عوام تک پہنچ رہی ہیں، ان کے معاملات میں دل چسپی لے رہی ہیں، اصلاح کے لیے کوشاں اور سرگرداں ہیں۔ بالکل انھی عوام تک رسائی، دعوت کا فہم اور ان تک پذیرائی، تبدیلی اور انقلاب کی تڑپ، بس یہی ہمیں مطلوب ہے۔ لہٰذا، ان سے وابستہ رہنا، ان کو اپنا سمجھنا، احسان کا رویہ اپنانا، ہر ایک کی عزّت اور توقیر کرنا، ان کے کام آنا، ان کی خوشی میں، ان کے غم میں شریک رہنا، ان کے غموں کو بانٹنا اور ہلکا کرنا، یہ سب دعوت کے کام ہیں۔ رُحَمَآءُ بَيۡنَهُمۡ ان سب کا عنوان اور شاہِ کلید ہے۔

جب ایسا ہوگا تب ہی پذیرائی ہوگی۔ ایک ساتھ چلنے کی بات ہوگی۔ اسلامی انقلاب کی لے بڑھ سکے گی۔ پھر ہر ملک، ہر بستی کے اندر یہی صدا لگائی جائے گی۔

نبی برحق صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو ہمارے اُوپر ہتھیار اُٹھائے۔ وہ ہم میں سے نہیں ہے [مسند احمد، من مسند بنی ہاشم، حدیث: ۸۱۷۵]۔ آپؐ نے فرمایا: آپس میں حسد نہ کرو،

بُغض اور عداوت نہ رکھو، ایک دوسرے کی جڑ نہ کاٹو، آپس میں منہ پھیر کر نہ بیٹھو۔ اے خدا کے بندو! بھائی بھائی بن کر رہو [صحیح مسلم، کتاب البر والصلۃ والآداب، حدیث:۴۷۴۸]۔ رہبر و رہنما صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ہم کو یہ پہنچا کہ آپس میں سگے بھائیوں جیسی محبت اور پاسداری برتو۔ جہالت کی بُری عادتیں ترک کرو۔ آپؐ نے فرمایا: ایک مسلمان پر دوسرے مسلمان کی جان، مال، عزّت و آبرو، سب حرام ہیں [صحیح مسلم، کتاب البر والصلۃ والآداب، حدیث:۴۷۵۶]۔ آپؐ نے ایک دوسرے کا خون نہ بہانے، رشتہ داروں کا حق ادا کرنے، پڑوسیوں کا خیال رکھنے اور ماتحتوں کے ساتھ نرمی سے پیش آنے کا حکم دیا ہے۔ یہ ساری بنیادیں ہیں رُحَمَآءُ بَیْنَھُمْ کی۔

رُحَمَآءُ بَیْنَھُمْ کا ایک موقع وہ تھا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ سے مدینے پہنچتے ہیں۔ مکہ سے لُٹے پٹے قافلے مہاجرین مکہ، مدینہ پہنچتے ہیں، تو اس حال میں پہنچتے ہیں کہ عزیز و رشتہ دار پیچھے رہ گئے ہیں۔ اپنی معیشت کو، اقتصادی ڈھانچے اور نظامِ زیست کو مکہ میں چھوڑ کر چلے آئے ہیں۔ اس حال میں وہاں پر پہنچے ہیں، کھانے اور پینے کو کچھ میسر نہیں ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار و مہاجرین کے درمیان مواخات فرمائی، ان کو بھائی بھائی بنا دیا۔ ایک دوسرے کا غم خوار بنا دیا۔ وہ جو معاشی اور سماجی مسئلہ درپیش تھا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سارے معاملات کو طے کرا دیا۔

اس سے بھی ذرا آگے چلیے۔ رُحَمَآءُ بَیْنَھُمْ کی عظیم الشان مثال تو وہ ہے، جب صلح حدیبیہ کے موقعے پر یہ افواہ سنی گئی کہ حضرت عثمانؓ قتل کر دیے گئے ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سنا تو اپنے ساتھیوں کو موت پر بیعت کرنے کے لیے پکارا اور لوگوں سے کہا کہ، جمع ہو جائیں۔ لوگ آپ کی طرف دوڑ پڑے اور اپنے ایک ساتھی کے خون کا قصاص لینے کے لیے چودہ سو مہاجرین اور انصار لبیک کہتے ہوئے بیعت کے لیے جوق در جوق آگے بڑھے۔ اس عظیم الشان مثال پر اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا:

لَقَدْ رَضِیَ اللّٰہُ عَنِ الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ یُبَایِعُوْنَکَ تَحْتَ الشَّجَرَۃِ (الفتح ۴۸:۱۸) اللہ مومنوں سے راضی ہو گیا، جب وہ درخت کے نیچے تم سے بیعت کر رہے تھے۔

اللہ جس سے خوش ہو جائے، اس کو پھر اور کیا چاہیے؟ ہم میں سے کون ہے، جو اللہ کی خوشی نہیں چاہتا اور اللہ کی رضا نہیں چاہتا۔ ہم تو اسی کو خوش رکھنا چاہتے ہیں۔ اس کو خوش کرنا چاہتے ہیں۔

لہٰذا، اللہ تبارک و تعالیٰ جس عمل کے بارے میں خود یہ اعلان کردے اور تاقیامت لوگ اس کی تلاوت کرتے رہیں، وہ ایسا عمل ہے کہ اس کو اپنایا جائے۔

ایک اسلامی انقلابی جماعت دعوت کے مرحلے سے گزرتی ہے۔ اپنی صفوں کو منظم کرتی ہے۔ تزکیہ اور تربیت کے مراحل طے کرتی ہے۔ تَوَاصَوۡا بِالۡحَقِّ اور تَوَاصَوۡا بِالصَّبۡرِ کی گھاٹیاں پار کرتی ہے۔ ٹوٹے ہوؤں کو جوڑتی ہے، شکستہ دلوں کو تسکین فراہم کرتی ہے۔ رُوٹھے ہوؤں کو مناتی ہے، گمراہ اور بدراہ ہوجانے والوں کو راہِ راست دکھاتی ہے۔ بندگیٔ نفس کی راہ پر بگٹٹ دوڑ جانے والوں کو روکتی اور انھیں سمجھاتی ہے۔ ان میں اُلفت اور ملاطفت پیدا کرتی ہے۔ ان میں محبت اور یگانگت جگاتی ہے۔ خوئے دل نوازی اور اپنائیت کے دیپ جلاتی ہے اور پھر بےخطر آگے بڑھنے کا حوصلہ اور ایمان پرور عزم دیتی ہے، اور ''پرے ہے چرخِ نیلی فام سے منزل مسلماں کی' اس کا انھیں احساس دلاتی ہے۔ حاضر و موجود سے بیزار کرتی، زندگی کچھ اور بھی دشوار کرتی اور پکار دیتی ہے:

نہ تو زمیں کے لیے ہے نہ آسماں کے لیے جہاں ہے تیرے لیے تو نہیں جہاں کے لیے